بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

97:اہل سنت والجماعت کا موقف اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے تعلق سے۔

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور آج کی نشست میں ایک نئے باب سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ومن أصول أهل السنة والجماعة سلامة قلوبهم وألسنتهم لأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ باب باندھتے ہیں: "فصل في موقف أهل السنة والجماعة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم" (اہل سنت والجماعت کا موقف اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے تعلق سے)۔

اور اصول ایمان کا یہ تیسرا اصول ہے جو آج ہم پڑھ رہے ہیں (اہل سنت والجماعت کے عقیدے کا یہ تیسرا اصول ہے)، پہلا اصول ارکان ایمان تھا، دوسرا ایمان کی تعریف، اور اس کتاب میں یہ تیسرا اصول ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس جملے کے تعلق سے: "ومن أصول أهل السنة والجماعة" (اور اہل سنت والجماعت کے اصولوں میں سے یا عقیدے کے اصولوں میں سے) "سلامة قلوبهم وألسنتهم لأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم" (کہ اہل سنت والجماعت کے دل اور زبانیں اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے لیے سلامت ہیں)۔

یعنی دلوں میں کوئی بغض و نفرت نہیں، زبان پر کوئی گالی گلوچ یا کوئی غلط الفاظ اُن کے لیے نہیں ہیں، کوئی لعن طعن نہیں ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: مصنف رحمہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا "وأفعالهم": افعال کا ذکر نہیں ہے۔

"سلامۃ القلوب اور سلامۃ الألسُن" دل بھی اور زبان بھی دونوں کا ذکر ہے افعال کا ذکر نہیں ہے وہ کیوں؟ کیونکہ جو افعال ہیں صحابہ کی وفات کے بعد متعذر ہو جاتے ہیں ممکن نہیں ہیں کیونکہ فعلاً کسی صحابی کو نقصان پہنچائے، ہو سکتا ہے؟ نہیں ہو سکتا ہے۔

دل سے بغض و نفرت تو ہو سکتی ہے جیسا کہ اہل بدعت کرتے آئے ہیں، زبان سے بھی گالی گلوچ اور لعن طعن ہو سکتی ہے جیسا کہ اہل بدعت کرتے آئے ہیں جیسا کہ خوارج ہیں اور روافض لیکن فعلاً تو ممکن نہیں ہے، اس لیے صرف دلوں کا ذکر ہے اور زبانوں کا ذکر ہے۔

یہاں تک کہ (شیخ صاحب فرماتے ہیں) اگر فرض کیا جائے کہ کوئی شخص یعنی اُن سے بغض و نفرت کرنے والا اُن کی قبروں کو کھول لے اور ان کی لاشوں کو نکال لے تو صحابہ کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن صحابہ کے تعلق سے جو غلط اقدامات کیے جاتے ہیں اُن کی وفات کے بعد وہ وہ ہوتا ہے جو دل سے کیا جاتا ہے یا زبان سے کیا جاتا ہے۔

کیونکہ قاعدہ یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے اصولوں میں سے یہ اصول ہے کہ اُن کے دل اور اُن کی زبانیں سلامت ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے لیے، دل جو ہیں بغض و نفرت حقد غل وغیرہ سے صاف اور پاک ہیں اور اُن کی زبانیں جو ہیں ہر اُس قول سے پاک ہیں جو اُن کے لائق نہیں ہے، جب اُن کے دل پاک ہیں اور صاف ہیں اور سلامت ہیں ان چیزوں سے جن سے دل کو سلامت یعنی ہونا چاہیے تو پھر اُن کے دل جو ہیں صحابہ کرام کے لیے محبت سے اُن کی تعظیم سے رسپیکٹ (Respect) سے بھرے ہوئے ہیں جیسا کہ صحابہ کے لیے لائق ہے، صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں اور تمام مخلوقات پر اُن کی فضیلت کو جانتے ہیں کیونکہ ان سے محبت اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علی وآلہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت میں سے ہے۔

اور اسی طریقے سے ان کی زبانیں بھی پاک ہیں اور سلامت ہیں گالی گلوچ سے لعن طعن سے اور تفسیق اور تکفیر سے بھی، اور اسی طریقے سے ہر اس چیز سے جو اہل بدعت کرتے آئے ہیں اگر ان چیزوں سے ان کی زبان اور دل سلامت ہے اور پاک ہے تو پھر ان کے دل بھر جاتے ہیں اور زبان پر یعنی اس کا اثر ہوتا ہے کہ اُن سے (صحابہ سے) راضی ہوتے ہیں ان پر رحم کی دعائیں کرتے ہیں اور استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔

اور یہ سب اس لیے ہے یعنی ان مندرجہ ذیل چیزوں کی وجہ سے، اب صحابہ کرام کے لیے یہ خصوصیت کیوں ہے کہ اُن سے محبت کی جائے اُن کا احترام کیا جائے ان کی تقلید کی جائے اور ان کے فضل کو بیان کیا جائے زبان سے بھی اس کا اقرار کیا جائے وجہ کیا ہے:

1- تمام زمانوں میں سے بہترین زمانے کے لوگ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ"(سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد میں آنے والا زمانہ، پھر اس کے بعد میں آنے والے زمانہ)۔ متفق علیہ حدیث معروف حدیث ہے صحابہ کرام کے فضل میں؛ اب یہاں پر دیکھیں زمانے کی بہتری اُس زمانے میں رہنے والے لوگوں کی وجہ سے ہوئی ورنہ زمانہ تو وقت ہے اچھا بُرا نہیں ہوتا لوگوں کی اچھائی سے

اور لوگوں کی بُرائی سے یہ زمانہ اچھا اور بُرا ہوتا ہے کیونکہ صحابہ سب سے بہترین لوگ تھے اپنے زمانے کے ان کے لیے یہی شرف کافی تھا اور کافی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کے ساتھ رہے ایمان لائے، ان کے ساتھ جہاد کیا اور تمام مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کیا۔

یہی شرف اُن کے لیے کافی ہے کہ اسی زمانے کے لوگ ہیں جو سب سے بہترین زمانہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ نے اس دین اسلام کی جو خدمت کی ہے اور نشر واشاعت میں جو ان کا کردار ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے اِلّا یہ کہ جن کے دلوں پر تالے لگ چکے ہوں (نعوذ باللہ)۔

2-دوسری بات یا دوسری فضیلت جو صحابہ کی ہے، یا دوسرا سبب کہ صحابہ کرام کی تفضیل کی جاتی ہے دل سے ان کا احترام کیا جاتا ہے اور زبان سے ان کا اقرار کیا جاتا ہے اور دل سے محبت کی جاتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام جو واسطہ ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے بیچ میں کیونکہ صحابہ سے ہی امت نے شریعت کو حاصل کیا ہے۔

یعنی اگر صحابہ کرام کو بیچ میں سے نکال دیا جائے تو پھر براہ راست کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی پیغام نہیں لے سکتا، صحابہ کرام نے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پیغام کو لیا اس کو صحیح سمجھا ہے براہ راست سمجھا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اس پر بہترین طریقے سے عمل کیا اور پھر اس کی طرف دعوت بھی دی اور اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا۔

دیکھیں ہم انڈیا یا پاکستان میں رہنے والے لوگ ہیں یہ پیغام ہم تک کیسے پہنچا؟ کس نے پہنچایا ہے؟

مشرق اور مغرب میں لا اِلٰہ اِلا اللہ کے جھنڈے کو کس نے لہرایا ہے اس نور کو کس نے پہنچایا ہے؟ آپ اسپین تک دیکھیں یورپ میں وہاں تک مسلمان تھے اور سب سے بڑی سلطنت تھی کسی زمانے میں تو اگر صحابہ کرام کو نکال دیا جائے تو پھر دین میں باقی کچھ نہیں رہتا بتا دوں میں آپ کو نہ تو قرآن مجید اور نہ ہی کوئی حدیث کیونکہ قرآن مجید بھی ان ہی صحابہ سے ہمیں ملا ہے نا!

تواتر سے ملا ہے لیکن صحابہ سے ملا ہے نا ہمیں تابعین نے براہ راست تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ تو قرآن کو اور نہ ہی کسی حدیث کو لیا ہے اور تابعین کو قرآن مجید بھی صحابہ نے پہنچایا ہے حدیث کو بھی صحابہ نے ہی پہنچایا ہے، اگر اس واسطے کو ختم کیا جائے پھر امت میں باقی کیا رہتا ہے؟!

اس لیے اسی واسطے کی وجہ سے اور اسی تعلق کی وجہ سے صحابہ کرام سے ہم محبت کرتے ہیں ان کی قدر کرتے ہیں اور اس کا اپنی زبان سے بھی اقرار کرتے ہیں۔

3- تیسری وجہ شیخ صاحب فرماتے ہیں: جو ان کی ہاتھوں پر عظیم اور وسیع فتوحات ہوئی ہیں جو ملک فتح ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا صحابہ کرام پر اُن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی مشرق اور مغرب میں آج بھی آپ دیکھیں کہ دین اسلام کی تعلیمات اور یہ نور جو ہے پھیلا ہوا ہے۔

4- صحابہ نے ہی اس امت میں بہت سارے فضائل کی نشر واشاعت کی ہے جیسا کہ سچائی ہے، نصیحت کرنا ہے، حسن اخلاق اور آداب ہیں جو اُن کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائی جاتی تھیں۔

دیکھیں اُس زمانے میں صحابہ کرام کے زمانے میں آج یورپ (امریکہ تو تھا ہی نہیں اس زمانے میں) جو ہمیں بہت ہی رنگین اور بہت ہی دنیا کے اعتبار سے آگے نظر آرہا ہے اُس زمانے میں یہ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، صحابہ کرام کے زمانے میں ڈارک ایجز (Dark Ages) تھے اندھیرے تھے ہر طرف، اور اندھیرے تو آج بھی ہیں لیکن لوگوں کو کم نظر آتے ہیں اُس وقت تو وہ خود بھی اعتراف کرتے ہیں ان کی کتابوں میں ہے خود اعتراف کرتے ہیں ہسٹری کی کتابیں دیکھ لیں آپ ڈارک ایجز (Dark Ages) میں ڈوبے ہوئے تھے کچھ نہیں تھا اُن کے پاس لیکن اُس بُرے زمانے میں بہت ساری مشکلات اور چیلنجز کے ہوتے ہوئے بھی صحابہ کرام نے ایک ایسا اپنا اثر ورسوخ جمایا کہ سچائی کی مثال دی جاتی ہے صحابہ کی۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کی بات میں کر رہا ہوں کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے تو ہر خوبی موجود تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، وفات کے بعد بہت ساری خوبیاں صحابہ کرام میں موجود تھیں جیسا کہ سچائی ہے، امانتداری ہے، نصیحت کے لیے دل میں درد ہونا پیغام کو پہنچانے کا درد، حسن اخلاق اور حسن آداب سے متصف ہونا؛ اس زمانے میں نہ تو عرب میں کسی اور کے پاس تھیں یہ خوبیاں اور نہ ہی عجم میں کسی کے پاس تھیں یہ خوبیاں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ تو وہ نہیں جان سکتے جو دیواروں کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں کچھ جانتے ان کے تعلق سے یہ صرف وہی جان سکتا ہے جو ان کی تاریخ سے واقف ہے اور ان کے مناقب اور فضائل سے واقف ہے ان کے ایثار اور ان کی استجابت اللہ تعالیٰ کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جو جانتے ہیں، صرف ایسے لوگ ہی ان کی خوبیاں جان سکتے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں ہم اُن کی خوبیاں بیان کرتے ہیں اپنی زبانوں سے جیسا کہ وہ حق رکھتے ہیں، اور دو بڑے گمراہ راستوں سے ہم بَری ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہم دو بڑے گمراہ راستوں سے بَری کرتے ہیں؛ ایک ہے روافض کا راستہ اور طریقہ جو صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں بُرا بھلا کہتے ہیں اور آل بیت میں غلو کرتے ہیں، اور دوسرا طریقہ ہے نواصب کا طریقہ جو آل بیت سے بغض و نفرت کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت ان دونوں بُرے راستوں سے اور گمراہ راستوں سے بَری ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ہم تو یہ دیکھتے ہیں یعنی ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ بے شک آل بیت کے لیے جب وہ صحابہ ہیں تو ان کے ہمارے اوپر تین حقوق ہیں (کیونکہ آل بیت جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھے وہ صحابہ تھے جو بعد میں آئے جن سے ملاقات نہیں ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ صحابہ نہیں ہیں تو بات صحابہ کی ہو رہی ہے):

(۱) پہلا حق ہے صحبت کا، صحابہ ہونے کا۔

(۲) دوسرا حق الایمان ہے۔

(۳) تیسرا حق القرابۃ ہے کہ رشتے داری اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

یہ تین حقوق ہیں؛ یعنی ایک عام صحابی ہے اور ایک وہ صحابی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتے دار ہے آل بیت میں سے ہے، جو عام صحابی ہیں اُن کے ہمارے اوپر دو حقوق ہیں، ایک حق الایمان ہے ایک حق الصحبۃ ہے کہ صحابی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اگر آل بیت میں سے ہے تو ایک حق اور زیادہ ہے اور وہ ہے "حق القرابة من رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔

"لأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم" اس جملے سے مراد جو شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ پہلے گزر چکا ہے کہ صحابی کی تعریف کے تعلق سے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہر وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور اسی ایمان پر ہی اس کی موت ہوئی، اور صحابی اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ اس نے ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہے ایمان کی حالت میں (یعنی ایمان بھی لے کر آیا ہے) تو اس نے اپنے اوپر لازم کر دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو (کس چیز کو لازم کیا ہے؟ اتباع کو) اور یہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے خصائص میں سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص کسی کا صاحب یا دوست نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ لمبے عرصے تک اس کے ساتھ نہ رہے اُس کے بعد اسے صاحب کہا جاتا ہے۔

کہنے کا مطلب یہ ہے شیخ صاحب یہ فرمارہے ہیں کہ جس نے ایک ملاقات کی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کی حالت میں اُسی ایمان پر وفات ہوئی اسے صحابی کیوں کہتے ہیں؟

صاحب کسے کہتے ہیں؟ دوست کو۔ دوست کون ہوتا ہے کیا ہر تعلق دار دوست ہوتا ہے؟ عام لفظوں میں چلیں آئیں ہر تعلق دار دوست ہوتا ہے۔

دیکھیں تعلق تو لوگوں سے ہوتا ہے، آپ بقالے میں جاتے ہیں (Grocery Shop میں جاتے ہیں) وہ آپ کو جانتا ہے آپ کسٹمر ہیں پرانے آپ چیزیں لیتے ہیں دیتے ہیں خرید و فروخت ہوتی ہے آپ کا نام بھی جانتا ہے آپ حال بھی پوچھتے ہیں وہ آپ کا حال بھی پوچھتا ہے آپ کا دوست ہے وہ؟

آپ باربر شاپ (Barber Shop) میں جاتے ہیں بال اپنے بناتے ہیں آپ کا کئی سالوں سے ایک ہی باربر (Barber) ہے ایک ہی نائی ہے جو آپ کے بال بناتا ہے آپ کا دوست ہے؟

کام کی حد تک دیکھیں نا!

دوست کون ہوتا ہے صاحب کسے کہتے ہیں؟ جو آپ کا ساتھی ہو اور اس پر ساتھ میں لمبا عرصہ بھی ہو۔

اب یہ خصوصیت ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیا ہے؟ کہ ایک ملاقات سے بھی صاحب ہو گیا۔ پتہ ہے کیوں صاحب کہتے ہیں؟ اس لغت کے اعتبار سے بھی صاحب ہو گا کیوں؟ ایک جملہ ہے یہاں پر ایک لائن ہے شیخ صاحب نے بیان کی ہے "اتباع" (اتباع کو لازم پکڑنا)۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو شخص ایمان لایا ہو اور اسی پر اس کی وفات ہوئی ہو تو زندگی ساری اسی اتباع کے ساتھ ہے کہ نہیں؟ لازم پکڑا ہے کہ نہیں؟ اور اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام سے ہے جو پیغام لے کر آئے ہیں؟

دیکھیں اگر ذات ہے تو پھر ابو لہب تو چاچا ہے نا، نہیں ہے چاچا؟! ابو طالب بھی چاچا ہے کوئی فائدہ ہوا؟ نہیں ہوا؛ ایمان شرط ہے ایمان ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا فائدہ بھی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے صحیح

بخاری کی روایت میں ابو طالب کے آخری وقت میں جب وفات پا رہے تھے؟ کہ چاچا ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ کہہ دیں تاکہ میں تمہارے کام آسکوں ورنہ میں تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا! ایک مرتبہ کہہ دیں لاالہ الا اللہ میرے پاس حجت ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہ تیری بخشش ہو سکے میں شفاعت کر سکوں (شفاعت کا دروازہ بند ہے جب تک کہ ایمان نہیں لاتے (سبحان اللہ))۔ تو کس چیز کو لازم پکڑا ہے صحابی نے؟ ملاقات ہوئی نا اور پھر اتباع کو لازم پکڑا ہے اس لیے شرط ہے مرتے دم تک (سبحان اللہ)، تو یہ خصوصیت ہے۔ اگر کوئی شخص آپ سے پوچھتا ہے کیونکہ مخالفین ہیں نا شبہات والے کہ دیکھیں بڑی ناانصافی کرتے ہیں آپ لوگ! کیا ناانصافی ہے بھئی؟! آپ کہتے ہیں صحابہ، صاحب تو کہتے ہیں اس شخص کو جو لمبے عرصے تک پھر آپ کو مثالیں بھی دیتے ہیں یہ باربر شاپ (Barber Shop) والی وغیرہ وغیرہ والی کہ آپ کا جو ساتھی ہو آپ کے اٹھنے بیٹھنے میں آنے جانے میں اور گہرا تعلق ہو تب جا کر اسے لغت کے اعتبار سے اور عرف کے اعتبار سے صاحب کہتے ہیں اور آپ لوگ کہتے ہیں ہمارے علماء نے کہہ دیا ہم آپ کی بات مان لیں کہ صحابی وہ ہے جس نے ایک دفعہ ملاقات کی ہو صحابی بن گیا ہے؟

کیا جواب ہے؟ یہی جواب ہے کہ اتباع کو لازم پکڑا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا اور پیغام پہنچانے کا اصل مقصد یہی ہے کہ اتباع کی جائے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): پھر دلائل بیان کئے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اہل سنت والجماعت کے اس مؤقف یعنی جو صحابہ کرام سے محبت رکھتے ہیں اور زبان سے اس کا اقرار بھی کرتے ہیں ان کی تقدیر اور احترام بھی کرتے ہیں اور ان کے دل اور زبان سلامت ہیں صحابہ کرام کے لیے۔

اس کے جو دلائل ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں سورۃ الحشر کی آیت نمبر 10 سے پہلے۔ یہاں دس کا ذکر ہو رہا ہے لیکن اس سے پہلے دو آیتیں بھی ہیں شیخ الاسلام نے 10 نمبر کی آیت کو بیان کیا ہے پھر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ اس سے پہلے دو آیتیں بھی بیان کرتے ہیں آپ نے یہ تینوں آیتیں یاد کرنی ہے سورۃ الحشر آیت نمبر 8، 9 اور 10 یہ واجب لے لیں یہ حفظ کرنی ہیں۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کا وصف بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰﴾(الحشر:10)۔

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾(اور وہ لوگ جو اُن کی بعد میں آئے)؛ کس کے بعد آئے کون سے صحابہ ہیں ان کا ذکر پہلی دو آیتوں میں ہے اس لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت جو ہے ان دو آیتوں کے بعد ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ۚ﴾(الحشر:8)۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ﴾(مہاجرین فقراء)﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا﴾ (جنہیں نکالا گیا)﴿مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ﴾(اپنے گھروں سے اور اپنے مال سے)؛ کیوں نکالا گیا؟﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾(اللہ تعالیٰ کا فضل اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہیے اور کچھ بھی نہیں چاہیے)﴿ وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾(اور نصرت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی)﴿اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾(یہی سچے ہیں(اللہ نے گواہی دی ہے))۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور اِن مہاجرین کے جو سر فہرست ہیں ابو بکر ہیں، عمر، عثمان اور علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن الصحابۃ أجمعین) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ یہ اخلاص النیۃ (خالصتاًنیت ہے) کیونکہ فضل اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا چاہنا دل کا عمل ہے۔

کوئی بھی ایسا عمل جو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے کرتے ہیں تو اسے کیا کہتے ہیں؟ ''إخلاص النية'' اخلاص کہتے ہیں۔

تو دل میں اخلاص ہے اور﴿ وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ (اور نصرت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی): ''تحقيق العمل''(اس پر عمل بھی کرتے ہیں)۔

صرف خواہشات نہیں ہیں دلی خواہشات، نہیں! اس پر عمل بھی ہے۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾: سچائی کی گواہی کون دے رہا ہے؟ ربّ ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ؛ کہ زبانی کلامی کہنے والے نہیں ہیں دل کی خواہش رکھنے والے نہیں ہیں بلکہ عمل بھی کر کے دکھایا ہے اس خواہش اور اس اخلاص کی تحقیق بھی کی ہے عملاً اس لیے ﴿اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ یہی سچے ہیں کبھی کوئی ریاکاری نہیں کی کوئی دکھاوا نہیں کیا لیکن صدق نیت سے اور اخلاص نیت سے عمل کرتے رہے۔

یہ کون ہیں؟﴿الْمُهٰجِرِيْنَ﴾۔

پھر انصار کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ۚ﴾(الحشر:9)۔

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (اور وہ جنھوں نے دار اور ایمان ان سے پہلے حاصل کیا)؛ یعنی صحابہ کرام کے مہاجرین کے پہنچنے سے پہلے مدینہ میں۔

ان کی ذرا صفات دیکھیں آپ یعنی مہاجرین کی تین صفات تھیں کمال کی تھیں اب ان کا کمال بھی دیکھ لیں ذرا اور گواہی اللہ تعالیٰ خود دے رہے ہیں:

(۱) ﴿يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ﴾ (محبت کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ہیں)؛ مہاجرین سے انصار محبت کرتے ہیں۔

(۲) ﴿وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا﴾ (اور اپنے دل میں کوئی بھی تنگی محسوس نہیں کرتے اپنے سینوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے جو کچھ مہاجرین کو دیا جاتا ہے)۔ کیونکہ فیء سے جو کوئی مال ملتا کوئی مال غنیمت ہوتا کیونکہ مہاجرین کے پاس کچھ نہیں تھا تو ان کو تھوڑی پریفرینس (Preference) دی جاتی۔

دیکھیں ایک شخص سب کچھ قربان کر کے آیا ہے کچھ نہیں ہے گھر بھی مال بھی کاروبار بھی کچھ بھی نہیں ہے، بعض ایسے بھی ہیں جن کے پاس کچھ نہیں تھا اپنے اہل و عیال بھی چھوڑ کر آئے ہیں جیسے سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ مکی صحابی ہیں مہاجرین میں سے ہیں، معروف قصہ ہے ان کا سورۃ الممتحنہ کی آیات میں ابتدائی آیت میں ان کا قصہ ہے متفق علیہ حدیث میں کہ اپنے اہل و اعیال بھی چھوڑ کر آئے ہیں نہیں ساتھ لے کر جا سکے اور مشرکین کے ظلم و ستم کا سامنا کرتے رہے!

آپ خود سوچیں کہ ایک تو گھر گیا، کاروبار بھی گیا مال بھی گیا، اور اہل و عیال دشمنی کی زد میں آچکے ہیں کون کر سکتا ہے کتنی بڑی قربانی ہے؟!

دیکھیں ساری دنیا تو قربان کر کے آئے نا بچا کیا ہے دنیا میں؟! مجھے بتائیں کیا بچا ہے؟!

دنیا میں ہوتا کیا ہے؟ کاروبار، روزگار، گھر اہل و عیال، بیوی بچے، دوست احباب یہی ہوتا ہے نا سب کچھ قربان کر کے آئے کہ نہیں؟ (سبحان اللہ)۔

اس لیے جو انصار ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی ہے ان کی مدد اور اعانت کے لیے ان کی خدمت کے لیے اور ان کی میزبانی کے لیے آپ حیران ہو جائیں گے اس کی تھوڑی سی جھلک ہے ان آیات کریمہ میں؛ پہلے تو ان کا ذکر فرمایا کہ یہ ہیں کون: ﴿ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ؛صحابہ کرام سے پہلے تیار ہیں، ایمان کی بنیاد پر ان کے منتظر ہیں ایمانی اخوت کا اب حق ادا کرنا ہے۔

سب سے پہلے کیا کیا صفت ہے؟ ﴿ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ ﴾ محبت کرتے ہیں؛ محبت دل سے ہوتی ہے نا اور اس کا ثبوت عمل سے ہوتا ہے کہ نہیں؟ اب دیکھیں اعمال دیکھیں؛ ﴿ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا ﴾؛ جو مہاجرین کو دیا جاتا ہے مال غنیمت میں سے یا مال فیء میں سے کوئی بھی تو اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے تھے (کہ ہم بھی تو قربانی دے رہے ہیں ہم نے بھی تو اپنے گھر کھولے ہوئے ہیں وہ ہمارے گھر میں رہتے ہیں اپنا سب کچھ آدھا آدھا کیا ہوا ہے ہمارے گھر میں کھا رہے ہیں ہمیں بھی کچھ نہیں مل رہا کوئی تھوڑا سا تو دے دیتے دل میں کوئی تنگی نہیں ہے بھائی سینے چوڑے ہیں (سبحان اللہ))۔

(۳) اس سے آگے: ﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ (اور ترجیح دیتے ہیں ایثار کرتے ہیں مہاجرین کے لیے اگرچہ وہ خود شدید ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں)۔

جانتے ہیں خصاصہ کیا ہوتا ہے؟ خصاصہ کب کہتے ہیں؟ جب شدید بھوک ہو؛ ایک بندہ بھوکا ہوتا ہے ضرورت مند ہے ایک ہوتا ہے خصاصہ جو شدید ضرورت مند ہو؛ جب شدید ضرورت مند ہوتے ہیں یا بھوکے ہوتے ہیں آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور آپ وہ چیز کسی اور کو دے دیتے ہیں جبکہ آپ کو خود ضرورت ہے کیا خیال ہے یہ عام بات ہے؟! دیکھیں کہتے ہوئے تو آسان ہے ہم مسکرا کر بات کر رہے ہیں جنہوں نے عمل کیا تو ان کی کیا حالت تھی اور کتنا مشکل تھا لیکن اللہ نے جس کے لیے آسانی کی ہو؛

انہوں نے کہا محبت کرتے ہیں نا مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ خود گواہی دے رہا ہے نا ﴿يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ﴾ اور دل میں کوئی تنگی نہیں ہے سینوں میں کوئی تنگی نہیں ہے جو کچھ ان کو دیا جاتا ہے اس کے باوجود بھی کچھ دیا بھی جاتا ہے اُن کو، اِن کو دیا بھی نہیں جاتا انصار کو پھر بھی ترجیح دیتے ہیں ایثار کرتے ہیں اگرچہ خود ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں شدید ضرورت کیوں نہ ہوں! (سبحان اللہ)۔

یہ کیسے ممکن تھا اس کی ایک وجہ ہے اور وہ توفیق بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے: ﴿وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾: فلاح پا چکے ہیں گواہی اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔

مہاجرین کی جو آزمائش تھی وہ سچے ثابت ہوئے اپنی آزمائش میں؛ ہجرت کر کے آئے سچے تھے نا؟ سچے تھے، انصار نے ان کا استقبال کیا ان کی میزبانی کی فلاح پا چکے۔ وجہ کیا تھی؟ ایثار کیا محبت بھی کی مہاجرین سے پھر اس کا حق بھی ادا کیا ان کو ترجیح بھی دی اپنی ضروریات پر اور اپنے نفس کو بخیلی سے روکے رکھا بچائے رکھا؛ یہ قاعدہ یاد رکھیں کہ جس نے بھی اپنے آپ کو اپنے نفس کو بخیلی سے بچالیا یقیناً اس نے فلاح پائی ہے۔

فلاح کے راستے میں سب سے بڑی دیوار ہے خواہش نفس کیونکہ نفس کو چاہیے جب آپ نفس کی چاہت کو پورا نہیں کرتے تو وہ بگڑ جاتی ہے لیکن جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے وہی کامیاب ہوتا ہے اور یہی ہوا انصار کے ساتھ۔

ایثار کب ہوا کب ترجیح دی؟ شدید ضرورت کے وقت بھی کہ نفس میں جو ایک چاہت تھی اس کو دبائے رکھا اور اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھا۔

نفس کی بخیلی بہت بُری بیماری ہے (اللہ ہم سب پر رحم فرمائے) کیونکہ اگر اپنے نفس کو لگام نہیں دیا جائے نا اور نفس کا ایک دفعہ منہ کھل جائے تو جلدی بند نہیں ہوتا، دنیا جہاں اگر قدموں میں بھی ہو جائے نا تب بھی یہ نفس اس کا پیٹ نہیں بھرتا ہے اس لیے فرمایا ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾۔

پھر تیسری آیت میں یعنی آیت نمبر 10 میں ان دو آیتوں کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾(الحشر:10): یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے احسان کے ساتھ اتباع کی ہے صحابہ کرام کی "إلى يوم القيامة" تا قیامت، اور احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرنے کا ثبوت کیا ہے؟ ﴿يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾ سبحان اللہ؛ اور اخوت کے رشتے سے ان کی ثناء اور ان کی بڑائی بیان کی گئی ہے اور ایمان کی سبقت کا ذکر کیا گیا ہے یعنی جو دعائے مغفرت کرتے ہیں صحابہ کرام کے لیے وہ ان دو چیزوں کو یقیناً جانتے ہیں:

1-ایمان میں سبقت لے چکے ہیں اور زیادہ حق رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی، اور دل و زبان کی سلامتی کی۔

2-اور بھائی کا ذکر ہے کیونکہ بھائی ہمیشہ بھائی سے محبت بھی کرتا ہے اس کا احترام بھی کرتا ہے اس کا حق بھی جانتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ان کے خلاف کوئی بھی تنگی باقی نہ رکھے۔

اور جس نے بھی اس کی مخالفت کی ہے اور ان کی قدح کی ہے تنقیص کی ہے اور ان کے حق کو نہیں جانا یعنی صحابہ کے حق کو نہیں جانا تو ان میں سے ہو ہی نہیں سکتا جن کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا﴾؛ کیونکہ ان کی نشانی کیا ہے دعا کرتے ہیں یا بددعا دیتے ہیں؟ تعریفیں کرتے ہیں یا تنقیص کرتے ہیں؟ (سبحان اللہ)۔

اس لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): جب سیدہ عائشہ اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سوال کیا گیا کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جو صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں لعن طعن کرتے ہیں تو آپ کیا کہتی ہیں؟ فرماتی ہیں کہ آپ کو تعجب نہیں ہونا چاہیے یعنی آپ پریشان نہ ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال ان کی وفات سے منقطع ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ ان اعمال ان کی وفات کے بعد جاری رہیں (سبحان اللہ)۔

جب انسان مر جاتا ہے عمل منقطع ہو جاتا ہے اس کا ناب جو ناجائز آپ پر طعن کرتا ہے غیبت کرتا ہے اب صحابہ کرام کی خصوصیت ہے کیونکہ ان کا حق ہے کہ ان کی تعریفیں کی جائیں ان سے محبت کی جائے جو ان سے بغض و نفرت کرتا ہے ان کو گالیاں دیتا ہے یا لعن طعن کرتا ہے ان کی وفات کے بعد بھی ان کا عمل جاری رہتا ہے اور یہ نیکیاں ان کو ملتی ہیں (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (اور ہمارے دلوں میں کوئی بغض و نفرت یا کوئی تنگی نہ ہو ان کے لیے جو ایمان لائے)۔

یہ نہیں فرمایا کہ وہ جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے، یہ خاص اُن کے لیے نہیں ہے دل کی سلامتی ان کے لیے بھی ہے من باب اولیٰ صحابہ اکرام کے لیے اور ہر مومن کے لیے ہر مسلمان کے لیے، اس لیے فرمایا ﴿لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾؛ ﴿سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾ کا لفظ پہلے گزر چکا ہے دعائے مغفرت میں اور جب دل کی تنگی کی بات آئی ہے دل کی سلامتی کی بات آئی ہے تو صحابہ کرام کے لیے بھی ہے اور ہر مومن کے لیے بھی ہے (سبحان اللہ) یعنی تا قیامت مومن جو ہے وہ مومن سے محبت بھی کرتا ہے اور اس کا دل مومن کے لیے کشادہ رہتا ہے۔

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾: کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رفعت، شفقت اور رحمت سے ہم مغفرت کی دعا کرتے ہیں اپنے لیے اور اپنے اُن بھائیوں کے لیے جو ایمان میں سبقت لے گئے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ: کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت جو ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں: "لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلاَ نَصِيفَهُ": متفق علیہ حدیث ہے یعنی صحابہ کرام سے ہم جو محبت کرتے ہیں اور ہمارے دل اور زبان ان کے لیے سلامت ہیں اس کی وجہ یہ حدیث بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم طاعت کرتے ہیں فرمانبرداری کرتے ہیں اور اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي": میرے صحابہ کرام کو گالی مت دیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد کے پہاڑ کے برابر بھی صدقہ دے دے تو ان کے مُد یا اس کے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتے۔

مُد کہتے ہیں دو ہتھیلیوں کو اور نصف کہتے ہیں ایک ہتھیلی کو۔

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طاعت کا لفظ معطوف ہے سلامت کے لفظ پر یعنی دل بھی ان کے سلامت ہیں اور فرمانبرداری بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور یہ اصول اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے اصولوں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت بھی کرتے ہیں۔

سَب یعنی گالی گلوچ اور قدح سے اور عیب کو بیان کرنا اگر انسان کی غیر موجودگی میں ہو تو اسے غیبت کہتے ہیں۔

اور "أَصْحَابِي" کے لفظ سے مراد شیخ صاحب فرماتے ہیں: وہ جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا اور تعریف پہلے گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہے ایمان کی حالت میں اور اسی پر وفات ہوئی ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ جو ہیں اس صحبت کی مختلف قسمیں ہیں، کچھ قدیم ہیں "قبل الفتح" اور کچھ بعد الفتح ہے۔

اور اس حدیث میں "کہ میرے صحابہ کو گالی مت دیں" اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب ہیں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کیونکہ سیدنا خالد بن ولید کا سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا بنی جذیمہ کے تعلق سے تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا خالد فرمایا: "لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي" میرے صحابہ کو گالی مت دیں، (جبکہ سیدنا خالد بھی صحابہ میں سے ہیں)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): عبرت جو ہے "بعموم اللفظ"؛ یعنی لفظ عام ہے؛

یہ صرف سیدنا خالد کے لیے خاص نہیں تھا بلکہ عام ہے سب کے لیے ہے کہ سب کے لیے منع ہے جائز نہیں ہے کہ وہ صحابہ کرام کو گالی دیں۔ اگر ایک صحابی ایک دوسرے کو بُرا بھلا نہیں کہہ سکتا اگرچہ جھگڑا بھی ہو جائے تو کسی اور کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟! (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف جو ہیں سیدنا خالد سے افضل ہیں (سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف معروف صحابی ہیں سیدنا خالد بن ولید (رضی اللہ عنہم) سے افضل ہیں کیوں؟) کیونکہ اسلام میں سبقت لے گئے ہیں اس لیے فرمایا: "لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي"؛ اور یہ خطاب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور اُن جیسوں کے لیے ہے جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ سیدنا خالد اور اُن جیسوں کے لیے ہے یعنی جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا ہے تو اُن کے علاوہ کے بارے میں پھر کیا کہنا ہے جو اُن کے بعد میں آئے ہیں (یعنی اگر وہ صحابہ کرام کو بُرا بھلا کہتے ہیں)۔

پھر حدیث کا لفظ ہے: "فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا": اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں بغیر قسم کھائے، اگر کوئی شخص اُحد کے پہاڑ کے برابر کوئی صدقہ دے دے بعض علماء نے کہا ہے (اور اُحد کا پہاڑ معروف پہاڑ ہے مدینہ میں) کوئی صدقہ دے دے صحابہ کرام کے علاوہ کوئی اور مسلمان اُحد کے پہاڑ کے جتنا اور وہ بھی سونے کا اور ایک صحابی جو ہے ایک مُد "المد: ربع الصاع" (صاع کا چوتھا حصہ (اور صاع کا چوتھا حصہ بنتا ہے جب آپ دونوں ہتھیلیاں ملا لیتے ہیں))۔

(اُس زمانے میں گندم جو ہے کیسے ماپا جاتا تھا؟ دو یعنی ایک معتدل ہاتھ والا (کیونکہ بعض چھوٹے ہاتھ اور بڑے ہاتھ بھی ہوتے ہیں) بالغ شخص جو معتدل انسان ہو قد و قامت کا جب دونوں ہتھیلیوں کو ملا کو اس میں کوئی اناج اٹھاتا ہے اسے ربع صاع کہتے ہیں اور اسے مُد بھی کہا جاتا ہے)۔

اگر ایک صحابی ایک مُد اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوئی صدقہ دیتا ہے اور صحابہ کے علاوہ چاہے تابعین ہی کیوں نہ ہوں، چاہے کوئی اور ہی کیوں نہ ہوں وہ اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا صدقہ دیتا ہے تو صحابہ کرام کا ایک مُد کا صدقہ اُس سے بہتر ہے، یہ فضیلت ہے۔

"أو نصفه" (یا نصف المُد): ان دو ہتھیلیوں کا آدھا ایک ہتھیلی کے برابر بھی اگر وہ صدقہ دیتا ہے تب بھی بہتر ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ):

بعض علماء نے کہا ہے "من الطعام"، اور بعض نے کہا سونے میں سے؛ یعنی اگر صحابہ ایک مُد کا سونا اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ دے دیں، اور کوئی اور پورا اُحد کا پہاڑ سونے کا صدقہ دے دے، اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد کوئی بھی کھانا پینا ہو۔

"علی کل حال" شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کھانے میں سے تب بھی بہتر ہے اگر سونے میں سے ہے تب بھی بہتر ہے (ہر اعتبار سے)۔ کیونکہ کہاں پر ایک مُد یا نصف المُد اور کہاں پر اُحد کا پہاڑ سونے کی مانند یعنی اس کے سامنے کچھ ایک مُد یا دوسرا مُد کیا حیثیت رکھتا ہے؟! کچھ بھی نہیں ہے!

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اب صحابہ کرام کی آپ یہ فضیلت دیکھ لیں اس حدیث میں کہ اگر اُن میں سے کوئی شخص ایک مُد یا اُس کا آدھا بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیتا ہے تو کوئی اور اس فضل تک پہنچ نہیں سکتا جبکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقے میں دی جا رہی ہے وہ ایک ہی چیز ہے لیکن دینے والے مختلف ہیں، دونوں بشر ہیں چیز بھی ایک ہی دی جا رہی ہے (اگر سونا کہا جائے یہ بھی سونا دے رہا ہے وہ بھی سونا دے رہا ہے) لیکن دونوں کا جو فضل ہے وہ برابر نہیں ہے، یہ صحابہ ہیں ان کے فضائل مناقب اُن کا اخلاص اور اتباع ایسی ہے جو ان کے بعد میں آنے والوں نے نہیں پایا ہے، اُن کا عظیم اخلاص اور شدید اتباع جو ہے وہ دوسروں جیسی نہیں تھی اس لیے اسی بنیاد پر اُن کو دوسروں پر فضیلت دی گئی ہے اور فوقیت دی گئی ہے۔

اور یہ نہی جو ہے (لَا تَسُبُّوا: نہی ہے نا منع کیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) یہ تحریم کے لیے ہے یعنی حرام ہے صحابہ کرام کو گالی دینا کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ عمومی طور پر صحابہ کرام کو گالی دے اور نہ ہی خصوصی طور پر اُن میں سے کسی ایک کو گالی دے کیونکہ اگر کوئی شخص صحابہ کرام کو عموماً یعنی تمام صحابہ کو گالی دیتا ہے تو ایسا شخص کافر ہے (بڑی خطرناک بات ہے!) اور اس کے کفر پر شک بھی نہیں ہونا چاہیے اور جو اس کے کفر پر شک کرتا ہے وہ بھی کافر ہے (نعوذ باللہ، یعنی جو تمام صحابہ کرام کو گالی دیتا ہے وہ کافر ہے، جو اُن کو کافر نہیں کہتا یا اس کے کفر پر شک کرتا ہے تو وہ خود یعنی اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے) اور اگر کسی ایک سے خصوصی طور پر یا چند صحابہ کو گالی دیتا ہے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ کس بنیاد پر گالی دے رہا ہے بُرا بھلا کہہ رہا ہے، اس کا باعث اس کی وجہ کیا ہے سبب کیا ہے، اگر خَلقیة یا خُلقیة یا دینی وجہ ہے اور سب کا اپنا اپنا حکم ہے۔

شکل وصورت سے خلق کے اعتبار سے کوئی گالی دیتا ہے یا اُس کے خُلق کے اعتبار سے گالی دیتا ہے یا اس کے اگر دین کا مسئلہ ہے دین کی وجہ سے کہ سبقت لے گیا ہے نہیں مانتا گالی دیتا ہے تو تب تو دین کو گالی ہے نا تب تو حکم ڈفرنٹ (Different) ہے اگر صرف دنیا کے اعتبار سے یا اُٹھنے بیٹھنے سے یا شکل وصورت سے کوئی اُن کو بُرا بھلا کہتا ہے یا گالی دیتا ہے اس کا حکم اور ہے۔

یہاں پر رُکتے ہیں اگلے درس میں ان شاءاللہ اسی جملے سے درس کا آغاز کریں گے "ويقبلون ما جاء به الكتاب والسنة والإجماع من فضائلهم ومراتبهم"(اور اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ قبول کرتے ہیں جو کچھ بھی قرآن مجید میں، سنت میں ہے اور اجماع میں صحابہ کرام کے فضائل اور مراتب کے تعلق سے دلائل موجود ہیں)۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (097.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio